نوٹ:- چونکہ یہ رسالہ مفت تقسیم کیا گیا ہے کوئی صاحب اسکے فروخت کرنیکے مجاز نہیں ہیں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین منی وانا من الحسین

سنہ ۱۹۱۲ع

مجالس عزا

یعنی سلسلہ برکات محرم فنڈ کا تیسرا رسالہ

مرتبہ

عالی جناب مجاہد فتاب سید نواب علی صاحب رضوی سندیلوی

جسکو

برکات محرم فنڈ کی انتظامیہ کمیٹی نے پسند کیا

سنہ ۱۳۳۱ھ

سید صغیر حسن شمس زیدی الواسطی نے مطبع یوسفی دلی میں چھپوا کر شائع کیا

مقاصد برکات محرم فنڈ

(۱) مختلف رسالے بحمایت عزاداری امام حسینؑ مسلمانوں میں مفت تقسیم کرنا

(۲) ان اعتراضات کا مہذب طریقے سے دفاع جو عزاداری پر کئے جاتے ہیں

(۳) بوقت ضرورت و مصلحت کسی موقت الشیوع رسالہ کا اجرا جو ہر گوشہ ملک کی عزاداری کی پوری کیفیت و دیگر امور متعلقہ "برکات محرم فنڈ" شایع کیا کرے"

(۴) حمایت عزاداری میں جو رسالے شایع کئے جائینگے اُنکے ترجمے انگریزی و ہندی میں بھی

ضروری ہدایتیں

(۱) چونکہ ہر منصف مزاج مسلمان سید الشہدا علیہ السلام سے ہمدردی رکھنے پر مجبور و مجبول ہے اس لئے یہ مسلمانوں کا مشترکہ فنڈ ہے

(۲) ہر مسلمان پر اس کی حمایت ایسی ہی لازم ہے جیسے دیگر دینی امور کی

(۳) ہر وہ مسلمان جو عشرہ محرم میں سید الشہدا علیہ السلام کے نام پر خرچ کرتا ہو اُسی میں سے اس فنڈ کے لئے بھی کوئی حصہ تجویز کرے کیونکہ یہ جناب سید الشہدا علیہ السلام کی ایک زبردست اعانت ہے

(۴) ہر مسلمان اس کا ممبر ہو سکتا ہے۔

(۵) اس فنڈ میں شرکت کرنے والے اصحاب کی تقسیم دو طرح پر ہوگی۔

(الف) ایک عام معاونین جو بحیثیت چندہ کسی مقدار میں سالانہ عطا فرمائیں گے

(ب) دوسرے وہ حضرات جو ایک روپیہ ماہوار کے حساب سے چندہ عنایت فرمائینگے اور ممبران برکات محرم فنڈ کے نام سے موسوم ہونگے۔

راقم آثم سید صغیر حسن شمس ایڈیٹر اخبار اثنا عشری منصرم برکات محرم فنڈ دہلی

مجالس عزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سر داد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسینؑ

شہر محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے جس میں حق و باطل کا ایسا زبردست مقابلہ ہوا جس نے ۶۱ھ کے آغاز سے اس وقت تک کہ دنیا کا وجود قایم ہے حق و باطل کو جدا کر کے صاحبان بصیرت کے لئے دو شاہ راہیں علیحدہ علیحدہ قایم کر دیں دنیا میں صراط مستقیم کا متلاشی اور نجات کا خواہشمند شخص ایک منٹ کے لئے پہلی صدی ہجری کے اس ناطق فیصلہ کو نہیں بھول سکتا اور اُن برکتوں سے جو اس واقعہ سے دنیا میں اثر پذیر ہوئیں محروم نہیں رہ سکتا۔ چونکہ اس واقعہ ہائلہ کے ظہور میں آنے سے حق و باطل کے مدارج کمال پر پہنچ گئے تھے۔ اس لئے اہل دنیا کی امتیاز کے لئے حق کی پیروی اور باطل کا تتبع ان دونوں کی نظیریں ایک فعل کے دو نتیجوں میں قایم ہونی بھی ضروری تھیں جو آجکل ہندوستان میں برکات محرم اور بدعات محرم کی سرخیوں سے ہر چہار جانب نظر آتی ہیں اور دونوں میں اتنا ہی فرق ہے جس قدر سچ اور جھوٹ میں۔ سچی بات بظاہر ہمیشہ کڑوی معلوم ہوتی ہے اور جھوٹی باتیں نہایت شیریں لیکن تجربہ بتا رہا ہے کہ کھرے کھوٹے کے

پہچاننے والے کبھی مصنوعی اور فریب آمیز باتوں پر عمل نہیں کرتے

حق کی تعریف

حق سچائی کا نام ہے۔ سچائی خالق عالم کی منشا اور خواہش کو کہتے ہیں۔ دنیا میں ہر قوم اور مذہب کے لوگ جس مسئلہ میں عموماً متفق ہیں وہ خصائل انسانی کا مسئلہ ہے۔ خصائل انسانی میں ہر شخص اچھی عادتوں کو اچھا اور برے چلنوں کو برا سمجھتا ہے دنیا میں مختلف العقاید لوگوں کے سامنے اظہار حق کی غرض سے نیک خصائل کی مکمل نظیر پیش کرنے کی سخت ضرورت ہے اور یہی رشتہ ہے جس سے اہل دنیا ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر راہ راست پر جمع ہو سکتے ہیں۔ کتب تواریخ و سیر جو ۶۱ھ کے خونی واقعات سے بھری پڑی نظر آتی ہیں تمام دنیا کے سامنے اپنی منصفانہ یادداشت پیش کر چکیں کہ حسینؑ سبط رسول الثقلین جو ریگ کربلا پر فرات کے کنارے بھوکے اور پیاسے سویں محرم کو خنجر ظلم و جفا سے شہید کئے گئے۔ بے قصور تھے بے گناہ تھے۔ وہ کربلا میں اس لئے نہیں آئے تھے کہ عراق و عجم یا ایک بالشت زمین پر بھی اپنا اقتدار قایم کریں بلکہ طلبیدہ تشریف لائے تھے حسینؑ کے ہمراہیوں کی مجموعی تعداد اپنے کئی لاکھ دشمنوں کے مقابل صرف بہتر تھی۔ میدان کربلا میں اُن حضرت نے اتمام حجت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور اُن لوگوں کو جو آپ کے نانا رسول خدا صلعم کے کلمہ گو اور نام لیوا تھے اپنی پُراثر تقریر سے ہدایت کی اور اُن پر ظاہر کر دیا کہ تم کفر و نفاق کی تاریکی میں پھنس کر خالق عالم کے نافرمان بندوں میں کیوں شامل ہوئے جاتے ہو۔ مگر اُن کے عقائد فاسدہ نے بدترین خصائل کو ان کی ذات میں مستحکم کر دیا یہاں تک کہ وہ اپنے ہادی اور رہنما کے خون کے پیاسے ہو گئے لیکن مظلوم کربلا حسینؑ سبط رسول الثقلین نے جن کا مقصد اقصیٰ سوائے خالق کی اطاعت اور مخلوق کی بھلائی کے دوسرا نہ تھا نہایت ثابت قدمی کے ساتھ فوج یزید کے

بدترین خصائل کے اثرات سے آئندہ اہل دنیا کو محفوظ رکھنے کے لئے تمامی اعلیٰ اور محبوب ترین مکمل صفات کو عمل میں لاکر اپنی عزیز جان قربان کردی اور اس شان سے سچائی کی حقیقت دنیا میں روشن کی کہ ایک عالم کی آنکھیں آج تک خیرہ ہیں۔

باطل کی تحقیق

باطل اس جھوٹ کا نام ہے جو خالق عالم کی منشا اور مرضی کے بالکل خلاف ہے اور جس طرح نیک خصائل انسانی سے حق کا امتیاز ہوتا ہے اسی طرح بُرے خصائل سے باطل کا ثبوت۔ دسویں محرم سنہ ۶۱ھ کے ہولناک واقعات میں یزید اور پیروان یزید کی بے رحمانہ وحشیانہ اور جاہلانہ حرکات جس تفصیل کے ساتھ ظاہر ہوئے تاریخ گواہ ہے۔ ان ظالمانہ حرکات کو عمل میں لانے کے لئے فوج یزید نے جملہ بدترین خصائل انسانی کو کام میں لاکر حق کو مٹانے اور مخلوق کو خالق کا نافرمان بنانے میں اپنی بیحد و انتہا قوۃ صرف کی

حق و باطل کا فیصلہ

حق اور باطل کا فیصلہ دسویں محرم سنہ ۶۱ھ کو دوپہر میں ہوا جبکہ حسینؑ اپنے عزیز و انصار کے ساتھ تین دن کی بھوک اور پیاس میں باوجود شدید مصائب اور افکار کے عبادت خدا میں مصروف ہوئے اور اصحاب حسینؑ نے آخری نماز کو ادا کرنے کے لئے اپنے سینوں کو تیروں کا نشانہ بنادیا۔ اور جبکہ کڑیل جوان بیٹا ماں باپ سے رخصت ہوکر رزم گاہ میں آیا اور اپنے جگر پر پھل برچھی کا کھایا اور جبکہ علمدار لشکر کے دونو بازو تلوار سے قلم کئے گئے اور جبکہ ششماہہ بچہ حرملہ کے تیر کا نشانہ بنا۔ اسوقت جبکہ حسینؑ کا جسم اقدس جو رسول کا خون اور گوشت تھا۔ تیر و تلوار نیزوں سے مجروح ہوچکا اور وہ مقدس گلا جو بوسہ گاہ رسولؐ تھا خنجر بے آب سے کاٹا گیا اس وقت دنیا میں حق و باطل کا ایک ناطق فیصلہ ہوگیا۔

واقعات کی ظاہری صورت نے اگرچہ فوج یزید کی فتح اور کامیابی کا اظہار کیا جس زعم باطل کی وجہ سے ان ظالمانہ اور وحشیانہ حرکات کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ

شامیاں بستند باز و زینبؑ و کلثومؑ را

وہ صبر جو بعد واقعہ کربلا کوفہ سے دمشق تک اہلبیت رسولؐ سے ظاہر ہوا اور وہ دردناک مصائب جو ان پر گذرے وہ رسی جس سے رسولؐ اللہ کی نواسیوں کے شانے باندھے گئے۔ وہ زنجیریں جنسے حسینؑ کے بیمار فرزند کا نحیف جسم جکڑا گیا یہ تمام باتیں ایسی تھیں جنھوں نے اہل دنیا کو اس فیصلہ کی جانب مخاطب کر لیا عام طور پر حق کی طرف داری اور باطل سے نفرت شروع ہو گئی یہاں تک کہ قدرت نے اُن خبیث نفسوں کو جو باطل کے پیرو تھے دنیا سے نیست و نابود کر دیا۔ اور وہ مظلوم جو حق کے اظہار اور پیروی میں تین دن کے بھوکے اور پیاسے شہید کئے گئے آج ساری دنیا میں اُن کا ہی کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے مغرور بادشاہ ان کی قبروں پر سر جھکاتے ہیں۔ یہ حق کا اثر ہے جو اس شان سے ساری دنیا میں پھیل گیا حسینؑ اور اُن کے انصار کی مظلومانہ شہادت اور فوج یزید کا ظلم و جور حق و باطل کے امتیاز کا معیار حقیقی مانا گیا۔

واقعہ کربلا کی یادگار

مسلمانوں کا نیا سال

دنیا میں ہر قوم کے سال نو کا آغاز خوشی اور خرمی سے ہوتا ہے لیکن مسلمانوں کا سال رنج و غم سے شروع ہوتا ہے۔ محرم کا چاند دیکھ کر مسلمانوں میں جملہ خوشی کی رسمیں ترک ہو جاتی ہیں بالخصوص وہ گروہ جس کو دیگر فرق اسلامیہ سے ایک اور کچھ کی نسبت حاصل ہے۔ محرم کا چاند دیکھ کر رنج و غم کے گہرے اثر قبول کرنے لگتا ہے عورتیں

سوگ میں بیٹھ جاتی ہیں۔ ماتمی لباس پہنتی ہیں۔ چاند رات سے گھر گھر ایک پرجوش ماتم برپا ہوتا ہے اور آہ و بکا کی صدائیں بلند ہو ہو کر آسمان سے پار ہوتی ہیں۔ دس روز برابر یہی حالت رہتی ہے۔ خصوصاً دسویں شب اور دسویں دن ہر گھر میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ آج ہی کوئی جنازہ اس چاردیواری سے باہر نکلا ہے۔ اگرچہ اس غم کا تعلق دنیا کے ایک سنسنی خیز دردناک واقعہ سے ہے لیکن برخلاف مراسم دنیا بجائے خوشی کے آغاز سال میں اظہار رنج و غم کے غیر معمولی وقوع پر جو شبہ ہوتا ہے اس کے رفع کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ مسلمانوں کا یہ طرز عمل قانون قدرت اور عقل سے جانچا جائے اور رنج وراحت کی حقیقت معلوم کر کے اس فیصلہ کو میزان عقل میں تولا جائے کہ مسرور اور رنجیدہ ہونے والے ہر دو گروہ میں سے حق بجانب کون ہے۔

رنج وراحت کا امتیاز بذریعہ قانون قدرت

رنج راحت پر مقدم ہے۔ یا راحت رنج پر۔ اس کی امتیاز کے لئے قانون قدرت کی ایک بدیہی مثال کافی ہے یعنی جب انسان کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو دنیا میں آنکھ کھولتے ہی اس کا پہلا فعل رونا ہوتا ہے اور حکیمانہ اصول سے یہ فعل منحوس نہیں سمجھا جاتا بلکہ مولود کا وقت ولادت خموشی بدشگونی پر محمول کیا جاتا ہے یہاں تک کہ دنیا میں اس نئے آنے والے بچے کی زندگانی کی آس ٹوٹ جاتی ہے۔ لہٰذا یہ آغاز سال کا رنج و غم قانون قدرت کے مطابق ہے۔

رنج وراحت کا امتیاز بذریعہ عقل

عقل انسانی بھی یہی بتلاتی ہے کہ رنج راحت پر مقدم ہے اس لئے کہ راحت وہی اچھی ہے جو رنج کے بعد حاصل ہو۔ رنج کے بعد راحت جس قدر انسان کے

لئے تسلّی بخش اور خوش گوار ہوتی ہے اسی قدر راحت کے بعد رنج زیادہ تر تکلیف دہ اور ناگوار ہوتا ہے کسی انسان کی طبیعت اس بات کو قبول نہیں کرسکتی کہ اُسکو راحت کے بعد رنج ہو۔ بلکہ ہر شخص رنج کے بعد راحت پسند کرتا ہے اس اصول کو مدنظر رکھ کر مسلمانوں کا یہ طرزِ عمل عقل کے بھی موافق ہے۔

مسلمانوں کا سال نو رنج و غم سے شروع ہوتا ہے اور خوشی اور خورمی پر ختم ہوتا ہے جس طرح ماہ محرم کا دسواں روز یوم غم سمجھا جاتا ہے اُسی طرح ماہ ذی الحجہ کا دسواں روز یوم مسرّت مانا جاتا ہے۔

بعض لوگونکی غلط فہمی بعض لوگ محض اپنی غلط فہمی سے آغاز سال کے مراسم رنج و غم کو اچھا نہ تصور کر کے اس امر میں کوشاں ہیں کہ رنج و غم کے مراسم دنیا سے مٹائے جائیں اور یہ خیالات اُن کے سراسر حق و باطل کے اُس فیصلہ کے خلاف ہیں جو دسویں محرم کو ناطق ہو چکا۔

مذہب اسلام کا اصل منشا ہر ذی شعور اسبات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ پاک مذہب اسلام کا اصل منشا یہ ہے کہ قلوب انسانی کی اصلاح اور خصائل کی درستی ہو۔ پیشوایان مذہب شب و روز مختلف طریقوں سے اس کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ جہنم کا خوف اور جنت کا شوق اسی لئے دلایا جاتا ہے۔ بے ثباتیٔ دنیا کی مثالیں اسی غرض سے پیش کی جاتی ہیں

اسلام کے اصل مقصد پر رنج و غم کا اثر اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ان جملہ کوششوں کے مقابل جو مقصد اسلام حاصل کرنے کے لئے عمل میں لائی جاتی ہیں یہ رنج و غم کے مراسم بلا کسی کوشش کے پاک مذہب اسلام کے حصُول منشار پر ایک نمایاں اثر ڈالتے ہیں اس امر کی حقیقت ذیل کے موازنہ سے بخوبی معلوم ہو جائے گی۔

رنج کی حقیقت

محرم کا چاند دیکھ کر ہر شخص جو خاندان رسالت کا پیرو ہے آبدیدہ ہو جاتا ہے۔ چاند پر نگاہ پڑتے ہی اس کو یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ اسی ماہ کا چاند ہے جسکی دسویں تاریخ پیغمبر خدا صلعم کا پیارا نواسہ فاطمہ زہرا کا لاڈلا مع اپنے عزیز و اقربا کے فرات کے کنارے جلتی ریت پر تین دن کا بھوکا پیاسا ذبح کیا گیا۔ یہ دردناک سانحہ یاد آکر قلب غمگین ہو جاتا ہے اور رنج کا خاصہ ہے کہ خواہشات نفسانی فنا ہو جاتی ہیں وہ بلا کسی کی تحریک کے خود ہی اپنی تمام ممکن راحتوں کو ترک کر دیتا ہے اور اس کا نفس افعال خبیثہ کے ارتکاب سے متنفر ہو جاتا ہے۔ ہر عزادار حسینؑ مظلوم محرم کا چاند دیکھ کر چالیس دن یا کم سے کم بارہ ہی دن کے لئے مثل اس روزہ دار کے ہو جاتا ہے جو سحر کے وقت روزے کی نیت کر کے تمام دن افطار کے وقت تک جملہ افعال قبیحہ سے باز رہے وہ لوگ جو تمام سال بد افعالی میں مبتلا رہتے ہیں وہ بھی ان ایام میں اپنی ناجائز حرکتوں سے توبہ کر لیتے ہیں خصوصاً ایک شب اور ایک دن (شب عاشور اور یوم عاشور) ایسا ہوتا ہے کہ اکثر قلوب تزکیہ نفس کی لذت سے آشنا ہو جاتے ہیں۔

خوشی کی حقیقت

جس طرح اسلامی سال کے ابتدائی دس دن ایام غم میں شمار کئے جاتے ہیں اسی طرح عید الفطر اور عید الضحیٰ جملہ مسلمانوں کے واسطے خوشی کے دن ہیں عید کے روز صبح کے وقت ہر مسلمان غسل کرتا ہے۔ پاک صاف لباس پہنتا ہے اور وضو کر کے نماز عید بجا لاتا ہے۔ صبح سے دوپہر تک یہ عمل تمام سال کی یادگار بنکر ختم ہو جاتا ہے اور دوپہر سے (یعنی عید گاہ سے لوٹ کر) شب آیندہ تک بکثرت مسلمان جن شرمناک افعال کے مرتکب ہوتے ہیں وہ ہر مقام اور ہر شخص پر بخوبی عیاں ہیں۔

صبح سے دو پہر تک جس طرح مسلمانوں کی نیک اعمالی یادگار ہوتی ہے اسی طرح دو پہر سے شب آئندہ تک بد اعمالی بھی ضرب المثل بنجاتی ہے درحالیکہ ہر شخص جانتا ہے کہ عید کا اصل مقصد کیا ہے اور عبادت خدا کا اثر کیا ہونا چاہئے مگر اصل وجہ یہ ہی کہ خوشی میں خواہشات نفسانی ترقی پکڑ جاتی ہیں اور وفور مسرت نیک اعمالی کو فراموش کر کے طبیعت کو بد اعمالی کی طرف رجوع کر دیتا ہے۔

رنج وغم سے اختلاف کا نتیجہ

اگر عشرہ محرم میں رنج وغم کے مراسم ترک کر دیے جائیں اور بجائے اُس کے خوشی منائی جائے تو یقیناً مسلمانوں کی بد اعمالی بارہ گنی بڑھ جائے اور اگر اُن ایام کو بیکار ہی تصور کر لیا جائے تو پاک مذہب اسلام کے اصل مقصد کا کیسا خون ہوتا ہے یہ ظاہر ہے کہ تمام سال میں عشرہ محرم ہی وہ زمانہ ہے جس میں رنج وغم کی وجہ سے قلوب میں خواہشات نفسانی بہت کم ہو جاتی ہیں جس سے فطرتی طور پر طبیعت میں سچائی قبول کرنے کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے ایسی حالت میں ہر مسلمان کا دل بہت جلد نیک اثر قبول کر سکتا ہے اور کچھ عرصہ تک وہ اثر قلوب میں برقرار رہ سکتا ہے ایک ایسے فطرتی اور بدیہی ذریعہ ہدایت سے اختلاف کرنا یقیناً حق سے انحراف اور باطل کی پیروی ہے۔

مظلوم کی مظلومیت کا اثر

سنہ ۶۱ھ کی دردناک خونریزی کا اثر جس طرح تمام دنیا میں بلا کسی خاص کوشش اور باوجود سخت مخالفت کے پھیلا اس کی وجہ یہی تھی کہ انسان کا قلب عموماً مظلوم کا طرفدار ہوتا ہے اس واقعۂ عظیم نے جس میں تکالیف اور مصائب کا خاتمہ ہو گیا نہ صرف اس گروہ کو جو مظلوم کربلا کا پیرو ہے بلکہ دنیا میں ہر قوم و مذہب کے لوگوں کو کم و بیش اپنا طرفدار بنا لیا۔ ہندوستان میں مہاراجہ صاحب سیندھیا گوالیار

کی عزاداری اور بہ کثرت اہلِ ہنود کی تعزیہ داری محققین یورپ کے پُردردنوحے جو اُن کی کتابوں میں درج ہیں یہ سب مظلوم کی مظلومیت کا اثر ہے۔

اگر دعویٰ داران اسلام دینِ اسلام کو دنیا میں روشن کرنا چاہتے ہوں اور کلمہ محمدی کو شرق سے غرب تک پھیلانا چاہتے ہوں تو اُس فیصلہ کو جو دسویں محرم ۶۱ھ میں ناطق ہو چکا ہے بغور دیکھیں اور مظلوم کی طرفداری اپنا انسانی فرض سمجھیں تو یقیناً حسینؑ سبطِ رسول الثقلین کی بیکسی اور مظلومیت کا اثر تمام اہلِ عالم کے قلوب میں محبت کا رشتہ قائم کر کے سب کو راہِ راست پر لگا دے۔

مظلومِ کربلا

مظلومِ کربلا نبی آخر الزمان کی چاہیتی دختر فاطمہ زہرا کے پیارے فرزند تھے فطرتی طور پر نانا کو اپنے نواسہ کے ساتھ جو الفت ہونی چاہیے جناب رسالتمآب کو اس سے بدرجہا زیادہ تھی جیسا کہ بارہا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حسنؑ و حسینؑ میرے دو پھول ہیں"۔ "جس نے ان کو ایذا دی اُس نے مجھے دُکھ دیا"۔ "اُن کا خون میرا خون ہے۔ ان کا گوشت میرا گوشت ہے"۔ "یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں"

(۱) یہ ظاہر ہے کہ پھول ایک نہایت نازک اور ہر دل عزیز چیز ہے۔ پھولوں کو لوگ سونگھتے اور آنکھوں سے لگاتے ہیں اس ارشاد سے حضرت کا یہی منشا تھا کہ امت حسنینؑ علیہم السلام کے ساتھ دل سے محبت رکھے اور یہ سمجھ کر کہ یہ رسول اللہ کے پھول ہیں خشک ہونے اور کھلانے سے بچائے۔ لیکن افسوس کہ امت نے رسولؐ کے اس حکم پر کس طرح عمل کیا۔ ایک کو زہر دغا سے ہلاک کیا۔ دوسرے کو بھوکا پیاسا تلوار سے شہید کر ڈالا

(۲) باوجود اس کے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ جس نے میرے حسینؑ کو ایذا دی اُس نے مجھے تکلیف پہنچائی لہذا جو جو مصیبتیں نواسۂ رسولؐ

پر ڈالی گئیں وہ اذیتیں یقیناً رسولؐ اللہ کو پہنچائی گئیں

(۳) اور جبکہ رسول اللہ کا یہ ارشاد ہو کہ ان کا خون میرا خون ہے ان کا گوشت میرا گوشت ہے تو یہ کہا جائے گا کہ وہ خون جو ساحل فرات پر بہایا گیا کس کا خون تھا اور وہ گوشت جو تیر و تلوار سے زخمی کیا گیا کس کا گوشت تھا۔ یقیناً وہ خون نبی کا خون تھا اور وہ گوشت نبیؐ کا گوشت تھا۔

(۴) پیغمبر اسلام کا یہ ارشاد کہ یہ مجھ سے ہیں ظاہر ہے کہ حسنینؑ علیہما السلام رسول اللہ کے خون جگر تھے لیکن یہ قول کہ "میں ان سے ہوں" گونہ حیرت میں ڈالتا ہی جسکی حقیقت تھوڑے سے غور کے بعد بخوبی معلوم ہو جائے گی کہ رسول مقبول صلعم کا یہ ارشاد بے معنی نہ تھا۔

بعد وفات رسولؐ مقبول اسلام کی حالت

یہ ظاہر ہے کہ رسولؐ مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کس محنت اور جاں فشانی کے ساتھ دین اسلام کی اہل دنیا کو تبلیغ و اشاعت کی پتھر کی مورتیں پوجنے والوں کو توحید کا کلمہ پڑھایا۔ حیات رسول میں دو قسم کے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ایک مومن جو سچے دل سے اسلام کے پیرو تھے۔ دوسرے منافق جنھوں نے کسی خاص غرض سے اسلام قبول کیا تھا ان دونوں گروہوں کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ رسولؐ مقبول کی آنکھ بند ہوتے ہی جاہ طلب بندے اپنی باطنی اغراض کو پورا کرنے پر آمادہ ہو گئے اور ان ہدایات کو فراموش کر دیا جو رسولؐ نے اپنا خون جگر کھاکر ان لوگوں کی عقبیٰ سوارنے کے لئے کی تھیں۔ تاریخ اس انقلاب کی شاہد ہے کہ یوم وفات رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پچاس برس کے اندر جو انقلاب واقع ہوا وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے سنہ ۶۰ھ میں خاندان بنی امیہ کا ایک منحوس ممبر تخت حکومت پر بیٹھا

اور اپنے افعال قبیحہ سے شریعت اسلام کی پاک مسند پر جگہ جگہ دھبے ڈالدئے حرام کو حلال سے بدل دیا۔ جس نبی نے خدا کے حکم سے شراب کو تمام مسلمانوں پر حرام کیا ہو جس نبیؐ نے زناکاری کی سزا میں عذاب جہنم کا خوف دلایا ہو جس نبیؐ نے مدت العمر یتیم و غریب اور بیواؤں کی پرورش کے لیئے راتوں کو اپنی پشت مبارک پر غلہ اور کھانا ڈھویا ہو۔ یہاں تک کہ پشت اقدس کے بعض مقامات مجروح ہو گئے ہوں اور جس نبی کے اخلاق کو جناب باری ؒ انک لعلیٰ خلق عظیم" کے پیارے مقولے سے سراہے اُس نبیؐ کی جانشینی کا جھوٹا دعوی دار (یزید ابن معاویہ) دربار عام میں مے نوشی کرے زنا کا مرتکب ہو اور خانۂ کعبہ کی بے حرمتی کرے۔ یتیموں کے گوشوارے چھینے جائیں۔ غریبوں کو رسّی میں باندہ کر اسیر کیا جائے۔ بیچاروں پر کوڑے لگائے جائیں۔ مہمان کو بھوکا پیاسا ذبح کیا جائے۔ دُودھ پیتا بچہ تیر کا نشانہ بنے۔ اس شان سے محسن کشی احسان فراموشی۔ ظلم۔ اور بد اخلاقی کا سبق مسلمانوں کو دینے کی کوشش کی جائے۔

شہید کربلا کی رُوحانی طاقت

یزید ابن معاویہ نے خواہش کی کہ حسینؑ سبط رسول الثقلین اُس کے منحوس ہاتھ پر بیعت کریں غور کرنا چاہئے کہ مذہب اسلام میں یہ کیسا نازک وقت تھا پیغمبر اسلام کے نواسے نے اپنے نانا کا دین دنیا میں برقرار رکھنے کے لیئے ان مصائب کو قبول کر لیا جن کی برداشت انسانی طاقت نہیں کر سکتی۔ حسینؑ اسباب سے بخوبی واقف تھے کہ یہ وہی وقت ہے جس کی خبر اُن کے نانا نے دی تھی اور گلے کے بوسے لیکر تبلایا تھا کہ ایک دن یہ نورانی گلا خنجر بے آب سے کاٹا جائے گا۔

امام حسین علیہ السلام نے یہ سمجھ کر کہ اب صبر و سکوت کی حد ہو چکی یزید کی بیعت سے قطعی انکار کر دیا اور نہایت استقلال کے ساتھ مرنے پر طیار ہو گئے۔

قرآن میں اس قربانی کو جس طرح الفاظ "ذبح عظیم" کے ساتھ تعبیر کیا گیا ویسا ہی اس قربانی کا سامان بھی عظیم تھا۔ حسینؑ نے تنہا اپنی جان نہیں دی۔ بلکہ ۷۲ ہمراہیوں کی مجموعی قربانیوں نے آپ کے مرتبۂ شہادت کو اور بھی بڑھا دیا جن میں اٹھارہ وہ عزیز تھے جن کی مفارقت دائمی نے آپ کے کلیجے میں گھاؤ ڈال دیے تھے اور جن میں وہ دوست بھی تھے جنھوں نے سچّی دوستی۔ وفاداری اور جاں نثاری کا یادگار نمونہ اعلیٰ پیمانہ پر قایم کر دکھایا جن میں عورتیں بھی تھیں اور جن میں بچّے بھی تھے۔

حسینؑ کا استقلال

اس قربانی میں حسینؑ نے جس استقلال سے کام لیا وہ قیامت تک دنیا اور اہل دنیا کے لیے ضرب المثل ہو گیا علانیہ طور پر یزید کی بیعت سے انکار کر کے کوفیوں کے طلب کرنے پر آپ نے قتل گاہ کا عزم کیا۔ بھائی۔ بھتیجے۔ بھانجے اور فرزندوں کو ساتھ لیا عورتیں اور بچّے بھی ہمراہ ہوئے۔ اپنے نانا رسولؐ خدا۔ اور اپنی ماں فاطمہ زہراؑ کی قبروں سے رخصت ہو کر خانہ کعبہ میں آخری حج کے ارادے سے تشریف فرما ہوئے۔ یہ مقام غور ہے کہ نبیؐ کا نواسہ۔ خاتونؑ جنّت کا فرزند۔ وارث خانہ کعبہ حج کو جائے جہاں رسولؐ عربی کے کلمہ گو لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوں اور جس حرم کے اندر ایک مچھر کا مارنا بھی جرم قرار دیا گیا ہو۔ وہاں لخت جگر رسول الثقلین کی خونریزی کے مشورے کیے جائیں جس سے وہ حرمت خانہ کعبہ برقرار رکھنے کے لیے حج کو عمرے سے بدل کر چلے جانے پر مجبور ہو۔ آہ! کیا حسینؑ نے ۹ ذی الحجہ کو مکّہ سے کوچ کر کے پھر

بھی کوئی حج کیا۔ آہ! نہیں! ہاں ٹھیک ایک ماہ کے بعد دسویں محرم کو چند قربانیاں فرات کی جلتی ریت پر ہوئیں۔

مکہ سے روانگی پر بھی حسینؑ کے استقلال میں فرق نہ آیا اور نہ اُن لوگوں کے کہنے سننے پر جو حضرت کو کربلا جانے سے منع کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک منزل پر جناب مسلمؑ کی شہادت کی خبر ملی۔ اور یہ خبر بڑے سے بڑے مستقل مزاج کے پائے ثبات کو لغزش دینے کے لئے کافی تھی۔ مگر حسینؑ کے عزم بالجزم میں فرق نہ آیا۔ بھائی کی شہادت پر آپ نے بہت رنج کیا لیکن سفر کو برابر جاری رکھا۔ امام حسینؑ علیہ السلام کے استقلال کا یہ عجیب و غریب واقعہ ہے کہ آپ نے اپنے کل ہمراہیوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس جاؤ میں قتل ہونے کے واسطے واپس جا رہا ہوں جس سے ہمراہیوں کی کثیر تعداد ایک ایک کر کے چھٹنی شروع ہو گئی۔ مگر وہ لوگ جو ایک قطرۂ خون جسم میں باقی رہنے کے وقت تک جان دینے کی قسم کھا چکے تھے جدا نہ ہوئے اور وہ چند خاص لوگ جو آپ کے ہمراہ نہ تھے حضرت نے اُن کو خط لکھ کر بلایا۔ یہی عجیب و غریب بات ہے کہ جو لوگ ہمراہ تھے اُن کو رخصت کر دیا اور جو لوگ موجود نہ تھے اُن کو طلب کیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ حضرت کا یہ مقصود تھا کہ میرے ہمراہیوں میں سے ایک شخص بھی آخری دم تک استقلال سے پیچھے قدم نہ ہٹائے جو سب ظہور میں آیا۔

شبِ شہادت

دسویں محرم ۶۱ھ کی شب قتل کی رات مشہور ہے یہ شب وہ شب ہے جس کی آنے والی صبح کو دنیا میں قیامت صغرا واقع ہوئی۔ بنی ہاشم کا نام و نشان مٹانے کی کوشش کی گئی خاندان رسالت تباہ کیا گیا۔ فاطمہ زہراؑ کا سرسبز باغ اس طرح اُجاڑا

گیا کہ پھر سرسبز ہوا اس شب میں حسینؑ کے لشکر قلیل کی جو کئی روز کا بھوکا پیاسا فرات کے کنارے میدان کربلا میں ایک لشکر کثیر کے نرغہ میں تھا عجیب حالت تھی - ہر شخص موت کا مشتاق اور یاد خدا میں مصروف تھا - اور ہر ایک کے استقلال کی یہ کیفیت تھی - ایک جانب انصار میں یہ مشورہ تھا کہ اگر ہم ستر بار قتل کئے جائیں اور ہر بار زندہ کئے جائیں تو ہر بار اپنے آقا حسینؑ پر اپنی جان فدا کریں گے - ایک طرف جناب زینبؑ اپنے صاحبزادوں کو ماموں پر جان فدا کرنے کے لئے تیار کر رہی ہیں - ایک طرف مادر قاسمؑ اپنے بیٹے کو چچا پر تصدق کرنے کے لئے آمادہ کر رہی ہیں - ایک طرف مادر جناب علی اکبرؑ اپنے بیٹے کو باپ پر جان قربان کرنے کے لئے سنوار رہی ہیں - اسی طرح جناب عباسؑ جناب ام کلثومؑ کو تسلی دیتے ہیں اور ان کی طرف سے اپنی جان بھائی پر فدا کرنے کے لئے مستعد ہیں - یہی جوش اولاد عقیل میں ہے یہ سب باتیں امام حسینؑ علیہ السلام نے خود ملاحظہ فرمائیں -

دوست کو دوست کے ساتھ بھائی کو بہن کے ساتھ ماں باپ کو اولاد کے ساتھ چچا کو بھتیجے کے ساتھ - ماموں کو بھانجے کے ساتھ جو فطرتی الفت اور محبت ہوتی ہے اس نے کس درجہ اثر ان قلوب پر ڈالا ہو گا جن پر صبح کو آنے والی تکلیفیں اور مصیبتیں اچھی طرح ظاہر ہو چکی تھیں اور جن کے نورانی جسم کے لئے تیر و تلوار کے زخم مقرر ہو چکے تھے اور جو تمام شب موت کے اشتیاق میں یاد خدا میں مصروف رہے بیشک یہ کام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کا تھا - جنھوں نے ایسی حالت میں رضاء الٰہی سے قدم نہ ہٹایا - سچ تو یہ ہے کہ شب عاشور شہدائے کربلا نے سچے استقلال کا ایک مکمل نمونہ آنے والی نسلوں کے سامنے پیش کر کے دکھا دیا -

حسینؑ کی طرف سے درگاہِ باری میں مختلف قربانیاں

معرکۂ کربلا میں سب سے پہلے انصار نے

اپنی جانیں قربان کیں۔ دوپہر ڈھلکر جب نماز ظہر کا وقت آیا مظلوم کربلا نے نماز کی تیاری کی اور واقعات سے مجبور ہو کر نماز خوف کو ادا کرنے پر قادر ہوئے۔ یہ نماز اس طرح پر ادا کی گئی کہ انصار نے اپنے امام کو حلقہ میں لے لیا اور خود دشمنوں کی جانب سینہ تان کر کھڑے ہو گئے جو تیر فوج یزید سے آتے تھے وہ ان بہادروں کے سینوں میں پیوست ہو جاتے تھے جن میں بعض اُس حالت میں شہید ہوئے اور بعضوں نے میدان میں آکر اور مقابلہ کر کے اپنی جان دی اس کے بعد عزیزوں کی باری آئی۔ جناب زینبؑ کے نوعمر اور کمسن بیٹے عونؑ و محمدؑ میدان جنگ میں آئے۔ اور ایک زبردست مقابلہ کے بعد خون میں نہائے۔ کیا خوب میر نفیس مرحوم نے نظم کیا ہے جبکہ خاتون جنت کے نواسوں کی لاشیں ماں کے سامنے آئیں تو آپ نے کلیجے کی مامتا سے متاثر ہو کر فرمایا۔

لٹ پٹے پیچ عمامے کے وہ ترچھی دستار
اے مرے بانکے سپاہی تری ہیئت کے نثار

جناب قاسمؑ ابن الحسن علیہ السلام نے بھی چچا سے اجازت حاصل کر کے لشکر کفار سے مقابلہ کیا۔ اور شہادت پر فائز ہوئے۔

جناب علی اکبرؑ امام حسین علیہ السلام کے کڑیل جوان بیٹے نے باپ سے رضا لیکر میدان جنگ کا رخ کیا اور معرکہ کی لڑائیوں کے بعد دشمنوں نے ہر چہار جانب سے گھیر کر ہمشکلِ پیغمبر کے جگر کو نیزہ سے گھایل کر دیا۔

جناب عباسؑ جو جناب امام حسین علیہ السلام کے سوتیلے بھائی تھے اسد رجہ

فرماں بردار ہے کہ ہمیشہ اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام کو آقا اور خود کو غلام تصور کیا جناب عباسؑ علیہ السّلام لشکر حسینی کے علمبردار تھے جناب عباسؑ کو اپنی بھتیجی جناب سکینہؑ سے از حد محبت تھی۔ سکینہ کی پیاس اور بے چینی دیکھ کر جناب عباسؑ سے ضبط ہو سکا مشک لے کر آپ دریا پر گئے پانی بھر لیا اور خیمہ کو واپس چلے مگر دشمنوں نے راہ میں گھیر لیا اور تیر و تلوار کے وار ہونے لگے۔ یہاں تک کہ یکے بعد دیگرے آپ کے دونوں بازو قلم ہو گئے۔ آپ نے مشک کو دانتوں میں دبا لیا مگر کسی شقی کے تیر نے مشک پر لگ کر سارا پانی زمین پر بہا دیا اور جناب عباسؑ کے سینۂ بے کینہ کو مجروح کر دیا۔

طفل شش ماہہ کی قربانی

جناب امام حسینؑ علیہ السلام کے چھوٹے فرزند جناب علی اصغرؑ کا سن صرف چھ ماہ کا تھا اس بچہ کا نام بھی فہرست شہدا میں روز ازل سے درج تھا ظاہر ہے کہ بچہ جنگ کے قابل نہ تھا۔ اُس کا گھر صرف آغوش مادر تھا اُس کی غذا صرف شیر مادر تھی وہ ہر حالت میں واجب الرحم تھا۔ دنیا میں کوئی شخص اس ظلم کو روا نہیں رکھتا جو قلوب کو ہلا دینے والا ظلم حسینؑ کے طفل شش ماہہ پر کیا گیا۔ آب و دانہ بند ہو جانے سے مادر علی اصغرؑ کا دودھ بھی خشک ہو گیا تھا۔ مظلوم باپ کی پیاس میں فرزند بھی شریک ہوا طفل شیر خوار کی شدت پیاس اور بیتابی گوارا نہ کر کے مظلوم باپ نے بچہ کو ماں کی آغوش سے لیکر اپنے دونوں ہاتھوں پر رکھ لیا اور منہ کو کھلا کر چند قطرات آب کا مطالبہ کیا۔ مگر افسوس کہ اس استغاثہ کا جواب ان لوگوں کی جانب سے جو عرب اور عراق و عجم کے باشندے تھے۔ رسولؐ کا کلمہ پڑھتے تھے پیکان تیر سے ملا۔ اس شان سے طفل شش ماہی کی قربانی ہوئی۔

۶ تیر سہ شعبہ کھا گردن پہ تیر کھا۔

حسینؑ مظلوم کی شہادت

عزیز و اقربا کے قتل ہونے کے بعد خون علی اصغرؑ چہرے پر مل کر اور لاش علی اصغر سپرد خاک کر کے امام حسینؑ خیمہ عصمت وطہارت میں واپس آئے اور اپنے بیمار فرزند کو وصیت کر کے اور آنیوالی مصیبتوں پر صبر کی ہدایت کر کے اہل حرم سے رخصت ہو کر میدان جنگ میں تشریف لائے اور ہر ہر صورت سے اُن بد اعمالوں کو (فوج یزید) ہدایت کی۔ آخر کار ایک عظیم جنگ کے بعد دشمنوں نے ہر چہار جانب سے گھیر لیا اور وہ خون جسکو رسولخدا نے اپنا خون فرمایا تھا بہایا جانے لگا اور وہ جسم جسکو رسول مقبول نے اپنا گوشت و پوست بتلایا تھا۔ تیر و تلوار سے غربال کیا گیا۔

دسویں محرم ۶۱ھ کو عصر کے وقت رسول مقبولؐ کے نواسے فاطمہ زہراؑ کے لاڈلے بیٹے ملک عرب کے بادشاہ اور شاہزادے کے جسم پر ایک ہزار نو سو اکاون زخم یا چار ہزار عربی لگ چکے تھے۔ بالآخر یہ انقلاب دیکھا گیا کہ اس سینہ پر جو قرآن الہی کی منزلت رکھتا تھا شمر ملعون سوار ہو گیا اور وہ گلوئے مطہر جسکو رسول مقبول چومتے تھے خنجر ظلم سے کاٹا گیا

حسینؑ نے کشتی اسلام کو غرق ہونے سے بچا لیا

۶۱ھ کے ہولناک واقعات نے ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں نے اپنی بد اعمالی سے دین محمدی کو بالکل مٹا دیا تھا اگر حسین سبط رسول ثقلین اس اولوالعزمی کے ساتھ اپنی جان قربان نہ کرتے تو دنیا میں دین محمدی کا نام و نشان بھی نہ رہتا اور اُن سیرتوں کے لحاظ سے جو منحوس بنی امیہ سے ظاہر ہوئیں مسلمان جملہ وحشی اقوام میں شمار کئے جاتے اور کلمہ محمدی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بجائے یزید رسول اللہ کہا جاتا اور ملک عرب کی تاریخ میں محمد رسول اللہ کا نام کیجگہ صرف محمد بن عبداللہ

باقی رہ جاتا۔ حسین سبط رسول الثقلین نے اپنی جان دیکر اپنے اعزا و انصار کو قربان کرکے اور ہر قسم کے مصائب جھیل کر اس غلط فہمی کو جو اسوقت پیدا ہوگئی تھی دور کردیا اور حق و باطل کا ایک ناطق فیصلہ کرکے گویا دین اسلام کا جھنڈا از سر نو دنیا میں گاڑ دیا۔ ۶۱ھ کے واقعہ کے بعد کلمہ رسول کو برقرار اور جاری رکھنے کی باعث حسین کی ذات تھی جس کی بنا پر رسول مقبول نے فرمایا کہ "میں حسین سے ہوں" یعنی میرے بعد میرے نام اور میرے دین کو حسین ہی دنیا میں روشن کریگا۔

اگر محسن کا کوئی حق ہے اگر احسان کا بدلہ احسان صحیح ہے اگر مظلوم کے ساتھ ہمدردی فطرت انسانی میں داخل ہے۔ اگر اچھے اور برے خصائل کا امتیاز ضروری ہے۔ اگر حق کوئی چیز ہے۔ اور اگر دل میں کچھ بھی درد ہے تو آل رسول سے محبت کرنا اور ان واقعات کی عملی یادگاریں قایم کرنا جو خالق کی اطاعت اور مخلوق کی بھلائی کی خاطر وقوع میں آئیں۔ دین محمدی کے ہر ایک پیرو پر فرض ہے

حسین مظلوم کی تعزیت کی مخالفت کسیطرح اس مخالفت سے کم نہیں جو مخالفت ۶۱ھ میں دین اسلام سے اسلام کے دوست نما دشمن نیکر کی گئی۔ یزید اور فوج یزید بھی بظاہر دین اسلام سے منکر نہ تھی۔ نمازیں پڑھتی تھی روزہ رکھتی تھی۔ حافظ قرآن تھی بنی امیہ کا روزہ یوم عاشورہ کے دن قتل حسین کی خوشی میں مشہور ہے۔ مگر یزید اور فوج یزید کے یہ نمائشی عمل کچھ بھی کام نہ آئے۔ بلکہ ساری دنیا کی زبان سے مستحق لعن قرار پاگئے

مسلمانوں کی مذہبی یادگاریں

واقعہ شہادت حسین سبط رسول الثقلین کی دنیا میں یادگار قایم ہونا ایک اسلامی اور انسانی فرض تھا۔ تمامی اہل عالم کا اس بات پر عمل ہے کہ دنیا میں ان عظیم الشان واقعات کی جن سے آیندہ زمانہ میں اہل دنیا کو عمدہ سبق حاصل ہو یادگاریں قایم

کیا کرتے ہیں اور بلحاظ اہمیت واقعات ان یادگاروں کی مختلف شانیں ہوتی ہیں۔ میں کسی غیر مسلم فرقہ کی نظیر نہیں پیش کرتا۔ بلکہ مسلمانوں کی علمی یادگاروں کی مختصر تفصیل ظاہر کرتا ہوں

(۱) مسجد الحرام کی دیکھا دیکھی ہزاروں مسجدیں اسی کی نقل دنیا کے ہر گوشہ میں تعمیر کی گئیں اور کیجاتی ہیں۔

(۲) بی بی عائشہ صدیقہ کی وفات کو تیرہ سو برس گذر گئے جن کی قبر کے لئے مسلمانوں نے ایک بالشت بھر زمین کے دینے میں بخل کیا تھا ہر سال انکی مجلسیں ایام حج میں روم و شام و مصر سے مکہ معظمہ میں لائی جاتی ہیں

(۳) صوفیائے کرام کے وصال کی یادگار یعنی عرس شریف ہر سال ہندوستان کے مختلف مقامات پر ہوتے ہیں جہاں لاکھوں مسلمان جمع ہوکر ہر سال انکی یاد اپنے دلوں میں تازہ کرتے ہیں۔

(۴) بارہ وفات کے مہینہ میں رسول مقبول کی وفات اور ولادت کو شامل کرکے ہندوستان کے ہر مقام پر میلاد کی محفلیں منعقد ہوتی ہیں۔

(۵) صوبہ اودھ میں سید سالار مسعود غازی کا بیاہ ہر سال بڑی دھوم سے رچایا جاتا ہے

(۶) اکثر بزرگوں کی قبروں پر مسلمان پنکھے اور چادریں چڑھاتے ہیں

الغرض ایسی بہت سی باتیں یادگاریں ہیں جو بعض بعض مقامات کے لئے مخصوص ہیں اور بخیز میں نہیں آسکتیں

محرم کی یادگار

محرم کی یادگار کا تعلق ایک دردناک واقعہ سے ہے لہذا جن مراسم میں تعزیت اور غم پایا جائے وہ یقیناً محرم کے مراسم ہیں۔ ان مراسم کی غرض صرف آل رسولؐ سے محبت کا اظہار اور واقعہ شہادت حسین سبط رسول الثقلین کی یاد تازہ کرنا ہے جو ایک اسلامی

فرض ہے اور وہ مراسم جن سے کسی قسم کی مسرت اور خوشی کا اظہار ہو وہ یا تو فضول ہیں یا اُن سے درپردہ یزید کی پیروی مقصود ہے۔

مراسم عزا کی تفصیل

سے نالہ پابند نے نہیں ہے فریاد کی کوئی لے نہیں ہے

انسان ہر چیز کا دستور العمل بنا سکتا ہے لیکن وہ رنج و غم کا کوئی قاعدہ مقرر نہیں کر سکتا یہی وجہ ہے کہ مراسم عزا کی صورتیں متعدد اور جدا جدا ہیں اور ان سب کا مقصود اصلی آل رسول کی پیروی اور محبت ہے وہ مشہور مراسم جو ہندوستان میں عزاداری کے لئے مخصوص ہیں یہ ہیں۔

مجالس عزا

یوں تو سال کے بارہ مہینے روزمرہ لیکن بالخصوص یکم محرم سے لیکر ربیع الاول تک دُنیا میں جہاں جہاں بھی اسلامی آبادی ہے ایسی مجلسیں منعقد ہوتی رہتی ہیں جن میں سیدنا مولانا ابی عبداللہ الحسین صلواۃ اللہ علیہ کی مقدس زندگی پر روشنی ڈالی جاتی ہے اُن کے خصائل و عادات فضائل و مناقب اور بیکیانہ شہادت کے حالات بیان ہوتے ہیں ان اخلاقی مجلسوں کی دوسری نظیر کسی اور جلسہ میں نہیں دیکھی جاتی یوں تو آئے دن مسلمانوں کے اور جلسے بھی منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن سوائے اس کے کہ کسی کی وفات پر افسوس کا رزولیوشن پاس کر لیا جائے اور اگر وہ ایک عمدہ مصنف تھا تو اس کے علمی کارناموں کی طرف اشارہ کر دیا جائے اگر وہ کوئی طبیب تھا تو اس کے دست شفا کی قصیدہ خوانی ہو جائے اللہ اللہ اور خیر صلاح۔ لیکن مظلوم کربلا کی مجلس میں شریک ہونے والے ایک ایسا اخلاقی سبق یاد کر کے نکلتے ہیں جس سے آیندہ نسلوں کے لئے بیش بہا فوائد مرتب ہونے کی یقینی امید ہے ایسی مجالس میں شمولیت سے روحانیت بڑھتی ہے۔ نورانیت زیادہ ہوتی ہے۔ تزکیہ نفس سے حصہ

تا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ شریک ہونے والے جملہ صفات انسانیہ سے مکمل اور آراستہ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں ایسی مجالس کی وہی لوگ مخالفت کر سکتے ہیں جن کو عقل و ایمان سے کوئی حصہ نہیں ملا اور جن کی آنکھوں پر تعصب کا ایسا گہرا پردہ پڑا ہوا ہے کہ وہ حق کو باطل سے جدا کرنے میں عاری ہیں۔

اُن مسلمانوں کی حالت زار قابل نفرین ہے جو باوجود امت محمدی کے افراد میں مشمول ہونے کے مراسم عزا کی مخالفت کرتے ہیں۔ حالانکہ غیر مذاہب و ملت کے محققین صرف حسینؑ کی عزاداری میں اسلامی ترقی کا بہترین راز مضمر سمجھتے ہیں چنانچہ جرمن کا مشہور و معروف فلاسفر میوماربین اس امر کا اقرار کرتا ہے کہ اُن مجالس کے ذریعہ سے جو حسینؑ کی عزاداری میں منعقد ہوتی ہیں کیسے کیسے دقیق معرفت سے لبریز اور مردہ دلوں کو حیات ابدی کی لذت چکھانے والے نکتے ایک دوسرے کے کانوں تک پہنچائے جاتے ہیں اور اس طرح حقایق الٰہی اور معرفت ربانی کی حقیقی تعلیم برابر جاری رہتی ہے۔

رونا

بعض نام کے مسلمانوں کا خیال ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے مصائب سن کر بے اختیار رونے سے ایمان جاتے رہنے کا خطرہ ہے اور واقعات کربلا سے متاثر ہو کر گریہ وزاری کرنے والوں کے نام بے صبروں کی فہرست میں لکھ لئے جاتے ہیں اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ فطرت انسانی اور قانون قدرت کا حکم اس بارے میں کیا ہے

انسانیت کا مقتضا یہی ہے کہ کسی مظلوم بے کس آوارہ وطن کی مصیبتوں کا حال سُن کر دل پسیجے۔ کلیجے سے سرد آہیں نکلیں۔ اور آنکھوں سے بیساختہ آنسو رواں ہوں

جس غریب الدیار بندۂ خدا کو ہزاروں قسم کی تکلیفیں اور آزار پہنچا پہنچا کر بھوکا پیاسا ذبح کیا گیا ہو اُس کے ساتھ ہمدردی کرنا لوازم انسانی سے ہے برعکس اسکے اگر مظلوم کی مصیبتیں سنکر کسی کے دلپر اثر نہو تو کہا جائے گا کہ وہ شخص شقی القلب بیرحم اور ناخدا ترس انسان ہے۔ یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ رونا کوئی اختیاری فعل نہیں ہے اضطراری ہے جب انسان کے دلپر چوٹ لگے گی خود بخود آنسو نکلنے لگا۔ لہذا رونے کو منع کرنا درحقیقت قانون قدرت کی سخت مخالفت ہے۔ اس تہذیب شائستگی اور روشنی کے زمانہ میں جبکہ ہندوستان کے ہر گوشہ سے مظلوم بنی نوع انسان کے ساتھ اظہار ہمدردی کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ کس قدر حیرت سے دیکھا جاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے نواسے اور کلیجے کے ٹکڑے امام حسین علیہ السلام کے بارے میں وہی اظہار افسوس بدعت قرار دیا جائے تعجب کا مقام ہے کہ جنگ بلقان کے ترک مقتولوں کے لئے جلسے کئے جائیں اور اُن کے بخیا قتل کئے جانے پر ڈھاڑیں مار مار کر رو دیا جائے لیکن جناب سید الشہدا غریب الغربا شہید کربلا مذبوح قفا امام حسین علیہ الصلواۃ والسلام کی بیکسانہ شہادت کا حال سنکر پھوٹی آنکھ سے ایک آنسو نہ نکلے اور اُنپر گریہ وزاری کو حرام ثابت کیا جائے ؏ مسلمانوں ذرا انصاف سے کہنا خدا لگتی اسے اگر تعصب نہیں کہتے تو اور کیا کہتے ہیں۔

تعزیہ

روضہ اقدس جناب امام حسینؑ کی نقل ہے جس طرح مسجد الحرام کی نقل دوسری مسجدیں ہیں تعزیہ بھی نقل مطابق اصل کے نہیں ہوتا اور مسجد بھی نقل مطابق اصل کے نہیں ہوتی ہر عمارت جو مسجد کے نام سے موسوم ہے عبادت کے لئے جائز سمجھی جاتی ہے اور

خانۂ خدا کہلاتی ہے۔ اسی طرح ہر تعزیہ جو حسینؑ کے نام سے موسوم ہے ضریح اقدس کی نقل ہے

تابوت

قبر مطہر کی نقل ہے۔ تابوت کی اصلیت بھی وہی ہے جو تعزیہ کی ظاہر کی گئی "تابوت ایک ایسی چیز ہے جو گھری عقیدت مندی کے لئے عمل میں لائی جاتی ہے تابوتکا اثر محمل عائشہ کی شبیہہ سے یقیناً بہت زیادہ ہے

ذوالجناح

اس گھوڑے کی شبیہہ ہے جو امام حسین علیہ السلام کی سواری میں تھا ذوالجناح پر سفید کپڑے کی سرخ رنگ سے افشاں کی ہوئی چادر ڈالی جاتی ہے اور جا بجا تیر لگا دئے جاتے ہیں جس سے اسوقت کی اور اس اسپ باوفا کی حالت کا اندازہ کر کے حسین کی بیکسی پر دل کھول کر رونا مقصود ہوتا ہے۔ ذوالجناح کا اثر پنکھے اور چادروں سے یقیناً زیادہ نتیجہ خیز ہے

علم

فوجی نشانوں کی شبیہہ ہے جو عموماً دھات کے ہوتے ہیں ایک ایسے واقعہ کی یادگار ہیں جس میں جنگ عظیم واقع ہوئی۔ فوجی نشانوں کی یادگار ضروری تھی۔ یہ اس علم کی یادگار ہے جو حسینؑ کے لشکر قلیل میں جناب عباسؑ کے پاس تھا۔ ہر چند جناب عباسؑ کے بازو قلم کئے گئے سینہ فگار کیا گیا مگر علم فوج یزید کے ہاتھ نہیں آیا۔ بلکہ دنیا میں دم توڑتے وقت جناب عباسؑ نے وہ علم جناب امام حسینؑ کے سپرد کیا جسکو حضرت نے امام زین العابدین کو دیا اور وہ منتقل ائمہ معصومین علیہ السلام میں منتقل ہوتا رہا۔ یہانتک کہ جب قائم آل محمد ظاہر ہوں گے تو وہی علم ہاتھ میں ہوگا۔ یہ علم رسول مقبول صلعم کا علم تھا۔

ماتم

اظہار غم کا ایک طریقہ ہے جس پر کوئی مجبور نہیں کیا جاتا۔ ماتم اسوقت کیا جاتا ہے جب قلب میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے اور ماتم سے دوسروں پر نہایت اچھا اثر پڑتا ہے۔ ان جملہ مراسم عزا کا اصل مقصد شہدائے کربلا کے مصائب سے متاثر ہوکر اپنی قلبی محبت کا اظہار ہے اور رسول مقبول کا اتباع ہے۔

مراسم عزا بجالانے کا یہ یقینی فائدہ یہ ہے کہ حق اور باطل کا فرق معلوم ہوجائے طبیعت حق کی پیروی اور باطل سے نفرت کرے۔

بدعات محرم

غم حسینؑ سے اجتناب کرنا۔ مراسم عزا کی مخالفت کرنا۔ رونیکو بدعت بتلانا محرم میں خوشی منانا عمدہ اور رنگین لباس پہننا (سوائے سبز سیاہ) شب عاشور یوم عاشور سرمہ لگانا۔ کنگھی کرنا۔ ہنسنا۔ کھانا۔ پینا یقیناً یہ سب باتیں بدعت ہیں اور ان باتوں سے رسولخدا صلعم اور حضرت خاتون جنت کی دلشکنی ہے اور خدا کی نافرمانی اسلام عقل اور انسانیت سب کے خلاف ہے اس قسم کی خوشیاں منانے والا فرقہ درحقیقت مسلمانوں میں وحشی طبقہ کے لقب سے پکارے جانے کے قابل ہے جو لوگ روز عاشورا ہر قسم کے لہو ولعب میں مبتلا رہتے ہیں اگر سچ پوچھو تو وہ انسانوں کے بھیس میں خوفناک بھیڑیے ہیں جو اسلام کے جسم پر حملہ آور ہورہے ہیں۔ مسلمان۔ خواہ سنی ہوں یا شیعہ چاہے مقلد ہوں یا غیر مقلد اپنی اپنی کتابوں کو دیکھیں۔ عقل سے کام لیں۔ خود دل میں اندازہ کریں کہ حسینؑ سبط رسول الثقلین نے دنیا میں کتنا عظیم کام کیا بقول خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

جسوقت حسینؑ پر یہ مصیبتیں گذری تھیں۔ جسوقت حسینؑ نے اپنے شیر خوار بچہ کا خشک گلا دکھلا کر چند قطرات آب کا استغاثہ کیا تھا۔ اسوقت مسلمانوں کا کیا فرض تھا اور اب کیا ہونا چاہیئے۔ یقیناً رنج وغم کی یادگاریں قایم کرنا اور مصائب سے متاثر ہو کر رونا اور مغموم ہونا۔ جس سے دین اسلام کی اشاعت ہوتی ہے اور بے شمار روحانی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور مسلمانوں کی سیاسی اور پولیٹکل عظمت قایم ہوتی ہے۔

بعض لوگ

مراسم عزا کی بعض ظاہری حالتوں کو ناگوار شکلوں میں دکھلا کر حسین مظلوم کی عزاداری کے خلاف مسلمانوں کو بھڑکاتے رہتے ہیں۔ اُن کے قلوب سخت ہیں اُن کے دل میں درد نہیں وہ اسلام کے دوست نما دشمن ہیں۔

سمجھو اور غور کرو

"کیا غم حسینؑ میں رونا بدعت ہے" جناب نوحؑ کا نام روتے روتے نوح ہو گیا جناب یعقوب فراق یوسف میں روئے حتیٰ کہ نابینا ہو گئے رسولؐ مقبول بارہا اپنے نواسے کے مصائب یاد کر کے رویا کرتے ہیں۔ جناب ختمی رسالت نے خاص طور پر زمین کربلا کی مٹی اپنی بی بی جناب ام سلمہ کی سپرد کی تھی اور فرمایا تھا کہ جسوقت یہ مٹی سرخ ہو جائے سمجھنا کہ حسینؑ نے شہادت پائی۔ گویا زمین بھی خون کے آنسوؤں سے روئی۔ جناب خاتون جنت بعد وفات اپنے پدر بزرگوار کے جب تک دنیا میں زندہ رہیں شب و روز باپ کی مفارقت میں روتی تھیں۔ امام زین العابدینؑ چالیس برس تک اپنے پدر بزرگوار کے مصائب میں روئے تو کیا معاذ اللہ ان سب کا رونا بدعت تھا۔ ہرگز نہیں بلکہ عبادت تھا۔ اسی طرح مسلمانوں کا حسینؑ سبط رسول الثقلین کے مصائب پر رونا عبادت ہے اور تتبع ہے انبیا اور آئمہ کا

کیا تعزیہ بت پرستی اور بدعت ہے

بت جاندار کی شبیہ ہوتی ہے۔ مگر ہم نے آج تک نہیں سنا کہ تعزیہ کسی جاندار کی شکل ہے۔ اور اُس جاندار کی تحقیق کب ہوئی اور اگر مسجد الحرام کی نقل مسجد بنانا جائز ہے تو روضہ امام حسینؑ کی نقل تعزیہ بنانا کبھی بدعت نہیں ہو سکتا جس طرح مساجد کی تعمیر کی کثرت سے دین اسلام کی شان ظاہر ہوتی ہے اسیطرح تعزیوں کی کثرت سے محبت آل رسول کا ثبوت ہوتا ہے اور عظمت اسلام بڑھتی ہے

کیا مغموم رہنا اور ماتم کرنا منع ہے

کہا جاتا ہے کہ لوگ دل سے رنج نہیں کرتے۔ ماتم میں جوش قلبی نہیں ہوتا۔ یہ عمل کا قصور ہے جس طرح کوئی نماز پڑھتے وقت مسکرا دے۔ یا مُنہ پھیر لے اس کا الزام اُسی شخص کی ذات پر ہے نہ کہ نماز کوئی بُری چیز ہے

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد

اگر اتفاق سے کوئی شخص دل سے نہ روتا ہو جوش سے ماتم نہ کرتا ہو تو اُسکی وجہ سے رونا اور ماتم کرنا ہی منع کیا جائے اور رونے والوں اور ماتم کرنے والوں کو بھی روکا جائے۔

اگر دین اسلام کا درد دل میں ہے

تو خود کیوں نہیں روتے۔ خود کیوں نہیں ماتم کرتے اور اپنے رنج و غم کے سچے نمونے سے کیوں نہیں دوسروں کو سبق دیتے۔

تمت